۵۔ حوالہ سابق،ص،۱۵

6- Silvio, Gesell; Natural Economic Order, San Antinio, Tex. : Free-economy publishing Co., 1936,P:36

۷۔ اسلامی معیشت کے بنیادی اصول،ص۱۹۔۳

8- Nureen Talha: Economic factor in the Making of Pakistan Oxford university Press, Karachi, 2000, PP:90-91

۹۔ علامہ محمد اقبال: علم الاقتصاد، دیباچہ از انور اقبال قریشی، iv to xi

۱۰۔ سید عبد الواحد معینی ،محمد عبداللہ قریشی، (مرتبین) ، مقالات اقبال، آئینہ ادب ، لاہور، ۱۹۸۲ئ، طبع دوم،ص ۱۸

۱۱۔ حوالہ سابق،ص: ۱۸۲۔۱۸۰

۱۲۔ حوالہ سابق، ص:۱۸۱

۱۳۔ حوالہ سابق،ص: ۸۲۔۱۸۱

۱۴۔ حوالہ سابق،ص: ۱۶۴

۱۵۔ قاضی جاوید،سرسید سے اقبال تک،تخلیقات، لاہور، ۱۹۹۸ء ص: ۲۱۴

۱۶۔ علامہ اقبال: علم الاقتصاد،سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۴، ص: ۵۹۔۱۵۸

۱۷۔ حوالہ سابق،ص: ۵۹

18- Meier Baldwin,Et.al, Economic Development: Theory, History,Policy,Asia Publishing House, Bombay, 1962 P:12

۱۹۔ علامہ اقبال،کلیات اقبال (فارسی) ارمغان حجاز) ص: ۹۸۲

20- E.D. Domer, Economic Growth: An Economic Approach, American Economic Review, Vol.XVII, No.2,May 2591, P:18

۲۱۔ لطیف احمد خان شیروانی (مرتب ومترجم)؛ حرفِ اقبال، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی ، اسلام آباد، ۱۹۸۴ء ص:۶۶۔۶۵

۲۲۔ علامہ اقبال، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، اردو ترجمہ، نذیر نیازی،ص: ۸۴

۲۳۔ علامہ اقبال،کلیات اقبال (فارسی) جاوید نامہ،ص: ۶۹۵ / ۱۰۷

۲۴۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال (اردو) ضرب کلیم، ص ۸ ۶۳ / ۶ ۱۷، ۵۱۵ / ۵۳

۲۵۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال (فارسی) جاوید نامہ، ص: ۶۹۵ / ۱۰۷

۲۶۔ پرفیسر اسلوب احمد انصاری، مطالعۂ اقبال کے چند پہلو، کاروانِ ادب، ملتان، ۱۹۸۶ء ص: ۶۳

۲۷۔ فاروق عزیز، اقبال کے معاشی افکار، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، ۱۹۹۴ئ، ص: ۲۸

۲۸۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال (اردو)، ضرب کلیم، ص: ۴۰۵ / ۱۹

۲۹۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال (اردو)، ضرب کلیم، ص: ۵۲۶ / ۱۴۰

۳۰۔ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاردی؛ اسلام کا اقتصادی نظام، ادارہ فروغ اسلام، لاہور، ۱۹۷۴ئ، طبع دوم، ص: ۱۴۔۴۱۱

۳۱۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال (اردو)، بال جبریل، ص ۳۴۰ / ۱۰۰

۳۲۔ رحیم بخش شاہین، اقبال کے معاشی نظریات، گلوب پبلیشرز، لاہور، ۱۹۷۴ئ، ص: ۸۵

۳۳۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال (فارسی)، جاوید نامہ، ص: ۷۲۹ / ۱۰۹

۳۴۔ کلیاتِ اقبال، اردو (ضرب کلیم)، ص: ۵۷۴ / ۱۷

۳۵۔ کلیات اقبال، فارسی (پس چہ باید کرد)، ص: ۱۲۔۸۱۱ / ۱۶۔۱۵

۳۶۔ کلیاتِ اقبال (فارسی) (جاوید نامہ) ص: ۶۵۲ / ۶۴

۳۷۔ کلیات اقبال (اردو) (بال جبریل) ص: ۳۳۰۔۳۳۱ / ۹۰۔۹۱

۳۸۔ کلیاتِ اقبال (فارسی) (جاوید نامہ) ص: ۶۶۷ / ۹۷

۳۹۔ کلیاتِ اقبال (فارسی) (جاوید نامہ) ص: ۶۶۸ / ۸۰

۴۰۔ حوالہ سابق، ص ۸۲۶ / ۳۰

۴۱۔ حوالہ سابق، ۸۲۸ / ۳۲

۴۲۔ ضرب کلیم، ۵۰۱ / ۱۱۵

☆☆☆

سیر و سوانح

سید شریف رضی اور ان کی کتاب نہج البلاغہ

جناب ابوطلحہ

سید شریف رضی کی کتاب 'نہج البلاغۃ' کو علمی و ادبی حلقوں میں بہت اہمیت دی گئی ہے۔ اس کی تاریخی اور استنادی حیثیت پر اگرچہ بعض حضرات نے شبہات ظاہر کیے ہیں، لیکن ادبی پہلو سے اس کی عظمت کا تمام لوگوں نے اعتراف کیا ہے۔ عربی اور اردو دونوں زبانوں میں اس موضوع پر بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ زیر نظر مقالہ میں کتاب اور صاحبِ کتاب کا مختصر تعارف کرایا گیا ہے۔ (رضی الاسلام)

چوتھی صدی ہجری میں سیاسی و اجتماعی اضطرابات کے باوجود ادب و ثقافت نے غیر معمولی ترقی کی۔ خلفاء، وزراء اور بادشاہوں نے شعراء اور ادباء کو اپنے دربار میں جگہ دی اور انہیں عطیات سے نوازا۔ اس سے تحریک پا کر شعراء و ادباء نے شعر و ادب کو ترقی دینے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس صدی میں بویہیوں نے ادب کی بیداری میں حصہ لیا اور انھوں نے شعرائ، ادباء اور علماء سے خط و کتابت کی۔ ان کے بعض وزراء بھی شعر و ادب کی طرف مائل تھے۔ جیسے ابو اسحاق الصابی نے عضد الدولۃ تک اپنی کتاب 'التاجی فی اخبار بنی بویہ' لکھ کر بھجوایا اور ابو علی الفارسی نے اپنی کتاب 'الایضاح والتکملۃ فی علم النحو' لکھ کر عزالدولۃ کو ارسال کی، جب کہ عزالدولۃ بہ ذات خود شعر و شاعری کرتا تھا۔ اسی کے ساتھ ابن العمید، جو کہ وزیر رکن الدولۃ، صاحب بن عباد، جو وزیر مؤید الدولۃ اور عبدالعزیز بن یوسف، جو منشی عضد الدولۃ اور وزیر بہاؤ الدولۃ تھا، یہ حضرات بھی ادباء کی حیثیت سے شہرت رکھتے تھے۔ اس صدی میں نقد نے بھی ترقی کی اور اس فن میں خوب کتابیں تالیف ہوئیں اور بہت سی قاموسیں اور معاجم لکھی گئیں۔ خلفاء کے محل شعر و شاعری اور مناظرات سے پر ہوتے، علماء اور فقہاء کے گھر طالب علموں اور معرفت کے متلاشیوں سے کھچا کھچ بھرنے لگے۔ اس کے

ساتھ شعری دائرہ بھی وسیع ہوا، اس کے اسالیب میں تنوع آیا اور شعر میں نئے ابواب، جیسے اخوانیات، سلطانیات اور شعر الشکوی وغیرہ کی ایجاد ہوئی اور بہت سے نامور شعراء پیدا ہوئے، جیسے متنبی، ابو فراس ہمدانی، محمد بن عبداللہ السلامی، مہیار الدیلمی، ابو العلاء المعری اور ابن الحجاج وغیرہ۔ نثر میں بھی بہت سے ادیب پیدا ہوئے، جیسے ابو الفرج الاصفہانی، ابو اسحاق الصابی اور ابو بکر الخوارزمی وغیرہ۔ ہم یہاں ایک ایسے شخص کا ذکر کریں گے جو ادب و شعر دونوں میں مہارت رکھتا تھا، جس کو دنیا 'شریف رضی' کے نام سے یاد کرتی ہے۔ شریف رضی کا تعلق بہاؤ الدولۃ سے بہت اچھا تھا، چنانچہ اس نے ان کو الشریف الجلیل، ذو المنقبتین اور ذو الحسبین کے القاب سے نوازا، پھر ۴۰۱ھ میں شریف الاجل کا خطاب دیا۔[۱] تمام شہر میں طالبیوں کے معاملات کی ذمہ داری دینے کے بعد ان کو 'نقیب النقباء' کا خطاب عطا کیا۔ یہ تمام مناصب اور القاب شریف رضی کی عظمت اور ان کے نابغۂ روزگار ہونے کی دلیل ہیں۔

ولادت:

شریف رضی بغداد میں ۳۵۹ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کا پورا نام ابو الحسن محمد بن ابی احمد الحسین بن موسی ہے اور ان کا سلسلۂ نسب حضرت علی بن ابی طالبؓ تک پہنچتا ہے۔ لیکن لوگوں کے درمیان وہ شریف رضی کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان کے والد عزالدولہ کے زمانے میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے۔ ان کی ماں فاطمہ کا سلسلۂ نسب احمد بن الحسین الناصر الکبیر الاطروش صاحب الدیلم تک پہنچتا ہے۔ ان کی ماں کی وفات ۳۸۵ھ میں ہوئی۔[۳]

شریف رضی کی تاریخ پیدائش پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے، سوائے آدم متز کے کہ انہوں نے تاریخِ پیدائش ۳۶۱ھ ذکر کی ہے[۴] لیکن ان کے پاس اس کی کوئی ٹھوس دلیل نہیں ہے۔

تعلیم و تربیت:

شریف رضی نے اپنے زمانے کے بہترین علماء سے تعلیم حاصل کی۔ ان کی والدہ اپنے دونوں بیٹوں رضی اور مرتضی کی تعلیم و تربیت کا خاص خیال رکھتی تھیں۔ اس

سلسلے میں ابن الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے:

''مفید ابو عبداللہ محمد بن نعمان نے خواب میں دیکھا کہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس مسجد میں آئیں۔ ان کے ساتھ ان کے دونوں صاحب زادے حسن اور حسین تھے۔ انھوں نے سلام کیا اور کہا کہ ان دونوں کو فقہ کی تعلیم دیجیے۔ ان کو اس بات سے بہت تعجب ہوا۔ جب صبح نیند سے بیدار ہوئے تو ان کے پاس فاطمہ بنت ناصر آئیں۔ ان کے ساتھ ان کے دونوں لڑکے رضی اور مرتضی تھے۔ انھوں نے سلام کیا اور کہا: اے شیخ! یہ دونوں میرے لڑکے ہیں، آپ ان کو فقہ کی تعلیم دیجیے۔ ابو عبداللہ رونے لگے۔ ان سے اپنا خواب بیان کیا اور انہوں نے ان دونوں کو فقہ کی تعلیم دی۔''[۵]

شریف رضی شروع ہی سے بہت ذہین تھے۔ کم عمری ہی میں انہوں نے مختلف علوم وفنون میں نام پیدا کرلیا تھا۔ ابن خلکان نے ابوالفتح عثمان بن جنی کے حوالے سے ان کی ذکاوت کا یہ واقعہ نقل کیا ہے:

''شریف رضی ابن سیرافی نحوی کی مجلس میں اس وقت لائے گئے جب ان کی عمر دس سال سے کم تھی۔ ابن سیرافی نے ان کو نحو کی تلقین کی۔ ایک دن شریف رضی نحو کے سبق میں بیٹھے ہوئے تھے، استاذ اور شاگردوں کے درمیان مذاکرہ چل رہا تھا کہ ابن سیرافی نے رضی سے 'رأیت عمرواً' میں عمرو کے حالتِ نصبی میں ہونے کی علامت پوچھی۔ شریف رضی نے فوراً جواب دیا: بغض علی۔ سیرافی اور حاضرینِ مجلس ان کی اس ذکاوت پر دنگ رہ گئے۔''[۶]

اخلاق حمیدہ:

شریف رضی متعدد صفات کے حامل تھے۔ ان کی پیدائش ایک ایسے گھرانے میں ہوئی جو علم وسیاست میں اپنا مقام رکھتا تھا۔ ان پر اپنے گھرانے کا بہت اثر پڑا۔ وہ ایک سخی، بہادر، قانع، دین دار اور شریف انسان تھے۔ ابن الجوزی نے المنتظم میں اور ابن الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں انھیں انہی صفات کے ساتھ یاد کیا ہے، لیکن ابن الحدید نے ایک اور صفت کا اضافہ کیا ہے، جس کا ابن الجوزی نے تذکرہ نہیں کیا ہے کہ وہ اتنے

غیور تھے کہ کبھی کسی سے ہدیہ قبول نہیں کیا، حتی کہ اپنے باپ کے ہدیہ کو بھی لوٹا دیا۔شریف رضی کی دیانت داری کا ایک قصہ بہت مشہور ہے:

ایک مرتبہ انھوں نے ایک عورت سے پانچ درہم میں ورق کا ایک گٹھر خریدا۔ اس میں علی بن مقلہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک تحریر پائی۔ انھوں نے ایجنٹ سے کہا کہ اس عورت کو بلاؤ۔ جب وہ عورت آئی تو انھوں نے اس سے کہا کہ اس ورق میں ہم نے ابن مقلہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک تحریر پائی ہے۔ اگر تو چاہے تو اسے لے لے، یا اگر چاہے تو مجھے پانچ درہم میں بیچ دے۔ اس عورت نے اس کو بھی پانچ درہم میں بیچ دیا۔ ۷

شریف رضی ایک خوددار انسان تھے۔ چنانچہ ابو حامد احمد بن محمد اسفراینی نے شریف رضی اور مرتضی کی باہم افضلیت کا ایک واقعہ نقل کیا ہے، جس سے ایک طرف یہ پتہ چلتا ہے کہ ان میں کون افضل ہے، دوسرے اس واقعہ سے ان کی خودداری کا بھی علم ہوتا ہے۔

اسفراینی کہتے ہیں کہ ایک دن میں بہاؤالدولہ کے وزیر محمد بن خلف کے پاس تھا، اتنے میں رضی آئے۔ وزیر نے ان کی بہت تعظیم وتکریم کی اور اپنے کام چھوڑ کر ان سے باتیں کرنے لگا۔ یہاں تک کہ رضی چلے گئے۔ پھر کچھ دیر بعد مرتضی آئے، لیکن وزیر نے ان کی ایسی تعظیم نہ کی، جیسا کہ ان کے بھائی رضی کی کی تھی اور اپنے کاموں میں مشغول رہا۔ مرتضی تھوڑی دیر بیٹھے رہے۔ کسی چیز کی درخواست کی، اس کو وزیر نے پورا کر دیا۔ ابو حامد کہتے ہیں کہ جب مرتضی چلے گئے تو میں وزیر کے پاس آیا اور اس سے کہا: اللہ وزیر کا بھلا کرے۔ یہ مرتضی تھے، جو بہت بڑے فقیہ، متکلم، صاحبِ فضل و کمال ہیں۔ جب کہ ابو الحسن صرف ایک شاعر ہیں۔ اسفراینی کہتے ہیں کہ وزیر نے مجھ سے کہا: جب لوگ چلے جائیں گے تو میں اس کا جواب دوں گا۔ جب تمام لوگ چلے گئے تو وزیر نے اپنے خادم سے کہا: ان دونوں خطوط کو لاؤ جن کو میں نے کچھ دن پہلے تم کو دیا تھا کہ ان کو فلاں ٹوکری میں رکھ دو۔ خادم نے حکم کی تعمیل کی۔ وزیر نے کہا کہ یہ رضی کا خط ہے، جس میں انھوں نے لکھا ہے کہ ان کے یہاں ایک لڑکے کی ولادت ہوئی ہے۔ میں نے انہیں ایک ہزار دینار دینے کا حکم دیا اور لکھا کہ یہ دایہ کے لیے ہے۔ اس طرح کے مواقع پر دوست واحباب میں تحفہ تحائف دینے کا رواج ہوتا ہے، لیکن انھوں نے

قبول کرنے سے معذرت ظاہر کی اور لکھا کہ ہم اہل بیت ہیں۔ ہمارے احوال پر کوئی اجنبی دایہ واقف نہیں ہوسکتی۔ ہمارے گھرانوں کی بوڑھی عورتیں دایہ کے فرایض انجام دیتی ہیں، جن پر وہ کسی اجرت کی طلب گار نہیں ہوتیں۔

رہی بات مرتضی کی تو ہم نے بادوریا کے املاک پر بیس درہم کی قسط مقرر کی، جس کی قیمت ایک دینار تھی تو انھوں نے مجھے چند دن ہوئے، اس سلسلے میں یہ خط لکھا تھا۔ لو اس کو پڑھو۔ اسفرائنی کہتے ہیں کہ جب میں نے اس کو دیکھا تو اس کی عبارت سو سطروں سے زیادہ تھی اور اس میں صرف چاپلوسی اور تملق کے الفاظ کی بھرمار تھی اور ان دراہم کو معاف کر دینے کا مطالبہ تھا۔ وزیر نے کہا کہ تم ہی بتاؤ، ان دونوں میں تعظیم و تکریم کا زیادہ مستحق کون ہے؟ ۸ے

وفات:

شریف رضی کی زندگی بہت مختصر رہی۔ ۶/محرم ۴۰۶ھ میں سینتالیس (۴۷) سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوگیا۔ ۹ے ان کے جنازے میں بڑے بڑے سردار اور قاضی حاضر ہوئے۔ فخر الملک وزیر بویہی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ کرخ میں سپرد خاک ہوئے۔

علمی کارنامہ:

شریف رضی کاتب، مفکر، فقیہ، عالم، ماہر لغت اور شاعر کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔ ان کے نثری اور شعری نمونوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بہت بڑے شاعر اور ادیب تھے۔ انہوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کی، جن میں سے چند اہم درج ذیل ہیں:

۱ -أخبار قضاة بغداد ۲ -تعليق خلفاء الفقهاء
۳ -تعليقة على الإيضاح لأبي علي الفارسي
۴ -تلخيص البيان عن مجازات القرآن
۵ -الجيد من شعر أبي تمام ۶ -الحسن من شعر حسين
۷ -حقائق التأويل في متشابه التنزيل ۸ -خصائص الأئمة
۹ -ديوان شعره ۱۰ -رسائله

۱۱-الزیادات فی شعر أبی تمام ۱۲-الزیادات فی شعر ابن الحجاج

۱۳-سیرۃ والدہ الطاھر

۱۴-مادار بینہ وبین أبی اسحاق الصابی من الرسائل

۱۵-مجازات الآثار النبویۃ ۱۶-مختار شعر أبی اسحاق الصابی

لیکن شریف رضی کو جس کتاب کی وجہ سے لازوال شہرت حاصل ہوئی، اس کا نام نہج البلاغہ ہے۔

نہج البلاغہ

نہج البلاغہ کو کس نے جمع کیا؟ اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ابن خلکان پہلا شخص ہے جس نے اس کو شریف مرتضی کی تصنیف بتایا ہے۔اس کے نقش قدم پر ابن حجر عسقلانی، صلاح الدین صفدی وغیرہ بھی ہیں۔لیکن مولانا امتیاز علی خاں عرشی نے مجلۃ ثقافۃ الہند میں 'استناد نہج البلاغۃ' کے نام سے ایک مقالہ لکھا، جس میں انھوں نے یہ ثابت کیا کہ یہ درحقیقت شریف رضی کی تصنیف ہے نہ کہ ان کے بھائی مرتضی کی۔

ہندوستان میں یہ کتاب تیرہویں صدی ہی میں مقبول ہو گئی تھی۔خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے خلیفہ شیخ حمید الدین ناگوری نے خاص طور پر اس کتاب کو سراہا ہے۔ ہر دور میں مشاہیر علماء نے نہج البلاغہ کی شرح تیار کی۔اب تک تقریباً سو سے زیادہ شرحیں لکھی گئیں ہیں۔ان میں ابن ابی الحدید کی شرح کو خاص اہمیت حاصل ہے۔مصر کے مشہور عالم مفتی محمد عبدہ نے بھی اس کی شرح لکھی، جو بہت مشہور ہوئی۔اس کے علاوہ اردو میں بھی اس کے کئی ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔نہج البلاغہ کا ایک نسخہ علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کے کتب خانہ میں موجود ہے، جو دنیا کے قدیم ترین نسخوں میں سے ہے۔اسے مرتب کی وفات کے ۱۳۲/سال بعد یعنی ۵۳۸ھ میں نقل کیا گیا ہے۔یہ نسخہ دو جلدوں پر مشتمل ہے: پہلی جلد میں صرف خطبات ہیں اور دوسری جلد میں خطبات کے علاوہ توقیعات وغیرہ بھی شامل ہیں۔اس نسخہ پر متعدد علماء کی مہریں اور دستخط ہیں۔ سب سے پہلا اندراج ۱۰۲۴ھ کا اور سب سے آخری اندراج ۱۳۴۴ھ کا ہے، جو مولانا عبدالعزیز المیمنی کا ہے۔ان اندراجات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ کچھ عرصہ بحرین میں بھی رہا ہے۔

نہج البلاغۃ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خطبات، ارشادات،مقولات، وصایا، مواعظ اور مکاتیب کا مجموعہ ہے، جسے تیسری ہجری میں شریف رضی نے مرتب کیا تھا۔ انھوں نے حضرت علیؓ کے تمام خطبات و مواعظ اس میں شامل نہیں کیے، بلکہ صرف وہ خطبات اور خطوط منتخب کیے جن کی حیثیت مستند اور مصدّقہ تھی۔ اس کتاب کا مقام عربی ادب و بلاغت میں بہت بلند ہے، چنانچہ شیعہ حضرات کے نزدیک اسے قرآن و حدیث کے بعد اعلیٰ مذہبی مقام حاصل ہے۔ اس کتاب کا اجمالی تعارف حسب ذیل ہے:

حصۂ اول: خطبات

نہج البلاغہ کا سب سے پہلا اور اہم حصہ حضرت علیؓ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ ان کی کل تعداد دوسوا کتالیس (۲۴۱) ہے۔ سب سے بڑا خطبہ ۱۹۲/واں ہے، جو خطبۂ قاصعہ کے نام سے مشہور ہے اور سب سے چھوٹا خطبہ ۵۹/واں ہے۔

حصۂ دوم: خطوط

یہ حصہ حضرت علیؓ کے خطوط پر مشتمل ہے، جن کی تعداد اوناسی (۷۹) ہے۔ یہ خطوط انھوں نے اپنے گورنروں، دوستوں اور دشمنوں کے ساتھ قاضیوں اور زکوٰۃ جمع کرنے والوں کو لکھے تھے۔ ان میں سب سے بڑا خط ۵۳/واں ہے، جسے انھوں نے اپنے مخلص رفیق مالک اشتر کو لکھا تھا اور سب سے چھوٹا خط ۷۹/واں ہے، جسے انھوں نے فوج کے افسروں کو لکھا تھا۔

حصۂ سوم: کلمات قصار

نہج البلاغہ کا آخری حصہ چار سو اسّی (۴۸۰) چھوٹے بڑے حکمت آمیز کلمات پر مشتمل ہے۔ ان کو 'کلمات قصار' کہا جاتا ہے، یعنی مختصر کلمات۔ ان کو 'کلماتِ حکمت' اور 'قصار الحکم' بھی کہا جاتا ہے۔

نہج البلاغہ کی امتیازی خصوصیات

نہج البلاغۃ محض ایک صاحبِ علم وحکمت کی گفتگو نہیں، بلکہ یہ ایک ایسے انسان

کے کلمات ہیں جس کے کندھوں پر ایک بھاری ذمہ داری ہے اور اس کی دانائی و بصیرت کلّی طور پر معارفِ قرآن سے مالا مال ہے۔ وہ اپنے آپ کو ایک ذمہ دار مقام پر فائز تصور کرتے ہوے عوام کے سامنے بولتا ہے، ان سے سوال کرتا ہے، ان کو سوال کرنے کی کھلی دعوت دیتا ہے، سوالات کے جوابات دیتا ہے اور سننے والے کی فکر کو جھنجھوڑتا ہے۔ نہج البلاغۃ کا یہی اسلوب اسے ماسوائے قرآن دوسری کتابوں سے ممتاز کرتا ہے۔

صاحبِ نہج البلاغۃ کا طرۂ امتیاز یہ ہے کہ انہوں نے مختلف النوع مضامین کو اپنے عمدہ اسلوب میں بیان کیا ہے۔ نہج البلاغۃ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ جس حد تک انسان اور کائنات کے متعلق حقائق و واقعات اس کتاب میں ذکر کیے گئے ہیں ان سے بالاتر حقائق کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ مثال کے طور پر جہاں زہد و تقوی سے متعلق گفتگو کی گئی ہے، وہاں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ جملے اس شخص کی زبان سے جاری ہو رہے ہیں جس کی پوری زندگی صرف اور صرف زہد اور تقوی کے درمیان گذری ہے، اسی طرح جن مقامات پر جنگ اور مقدمات کے حوالے سے بات کی گئی ہے وہاں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ جملے اس شخص کی زبان سے جاری ہو رہے ہیں جس کی ولادت میدان جنگ میں ہوئی ہے۔ جہاں لطیف تشبیہات و کنایات کا ذکر ہے وہاں محسوس ہوتا ہے گویا ان کی تمام عمر ادب اور فنونِ لطیفہ کے درمیان گزری ہے۔ توحید کے اعلیٰ و ارفع مباحث کے متعلق خطبہ ارشاد فرماتے ہیں تو تمام فلسفی گنگ ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اسی طرح حضرت علیؓ نے حکومت و سیاست کے اصول اور دنیا کی بے ثباتی کو بھی بہترین انداز میں بیان کیا ہے۔

نہج البلاغہ۔علماء و ادباء کی نظر میں

نہج البلاغۃ کی فصاحت و بلاغت کا بڑے بڑے علماء اور ادباء نے اعتراف کیا ہے۔ خلیل بن اثر نے لکھا ہے:

”ان نہج البلاغة ھو اعظم کتاب ادبی و دینی و اخلاقی و اجتماعی بعد القرآن و الحدیث النبوی، وھو احد المصادر الاربعة التی لاغنی للادیب العربی عنھا و ھی القرآن الکریم و نہج البلاغة و البیان و التبیین للجاحظ و الکامل للمبرد۔“۱۰؎